سر کٹی لاشوں کا احتجاج

تحریر: سہیل احمد لون

سال کا آغاز بھی حسب معمول وہیں سے ہوا جہاں گزشتہ برس بری یادوں کا سلسلہ منقطع ہوا تھا۔گرمیوں میں بجلی اور موسم سرما میں گیس کی لوڈ شیڈنگ اب ہماری تہذیب وکلچر کا حصہ ہے۔ ہر آنے والا سال گزشتہ سالوں کے غم وغصہ کی شدت کو مزید بڑھا دیتا ہے۔لاقانونیت، ناانصافی، بے روزگاری، کرپشن' مہنگائی اور کرونا بارے اگر وزیراعظم پاکستان کھل کر بتا دیں کہ اب ہمیں اپنی ساری زندگی ان کے ساتھ رہنا ہوگا تو روزانہ مرنے سے بہتر ہے۔گزشتہ چند برسوں میں دہشت گردی کے واقعات میں جتنا جانی نقصان وطن عزیز میں ہوا ہے اتنا ان ممالک میں بھی نہیں ہوا جہاں آزادی کی جنگ لڑی جارہی ہے یا جو دہشت گردی کے خلاف جنگ کا نعرہ لگا کر کئی ممالک میں اپنی افواج اتار چکے ہیں۔گزشتہ کچھ برسوں میں بڑے منظم طریقے سے تسلسل کے ساتھ دہشت گردی کے واقعات کا رونما ہونا موجودہ وقت میں پاکستانی ریاست کو سب سے بڑا چیلنج ہے لیکن چیلنج کے ساتھ پرابلم یہ ہوتی ہے کہ یہ اتنی دیر تک چیلنج نہیں بنتا جب تک ہم اس کو چیلنج سمجھنا لیں۔حساس اداروں کے ہیڈکوارٹرز، مساجد، اقلیتوں کی عبادت گاہوں، سیاسی اور عسکری قیادتوں، مزاروں، عیدگاہوں، جلسہ گاہوں، مجلسوں، جلوسوں، مارکیٹوں، ہوائی اڈوں، بسوں ویگنوں سمیت بیرون ملک سے کرکٹ کھیلنے آئی ٹیم اور سائنسدانوں پر دہشت گردی کے حملے ہو چکے ہیں۔سینکڑوں دہشت گردی کے واقعات میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد کئی ہزار تک پہنچ چکی ہے مگر آج تک کسی دہشت گرد کو سزا نہیں ہوئی۔اول تو دہشت گرد پکڑا ہی نہیں جاتا اگر کبھی ''تکا'' لگ ہی جائے تو ان کو رہا کروالیا جاتا ہے۔کیونکہ بدقسمتی سے ہمارے ہاں ایسے لوگ بھی حکومت کا حصہ ہوتے ہیں جو دہشت گردوں کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔یوں تو کوئی شہر دہشت گردی سے محفوظ نہیں مگر کراچی، کوئٹہ، پشاور اور قبائلی علاقوں میں دہشت گردی کے واقعات ایسے ہی سدابہار ہیں جیسے کسی غریب کیلئے بنیادی سہولتوں کے فقدان کا موسم۔

مچھ میں دہشت گردی کے سانحہ میں 11 قیمتی جانوں کا نقصان ہوا جس میں ہدف بننے والوں کا تعلق ہزارہ قبیلےاور شیعہ مسلک سے ہے، اس سے قبل بھی ہزارہ برادری پر متعدد بار دہشت گردی کے حملے ہو چکے ہیں۔لواحقین نے یخ بستہ موسم میں لاشوں سمیت کوئٹہ میں دھرنا دیا اور حسب روایت اس سانحہ اور دھرنے پر سیاسی بازار بھی گرم ہوگیا۔مریم وبلاول ایک ہی صف میں کھڑے لواحقین کے ساتھ تعزیت اور یک جہتی کرتے نظر آئے اور اس کے بعد دھرنے کے شرکاء نے میتوں کو دفنانے کا عمل وزیراعظم کی دھرنے میں آمد سے مشروط کردیا ۔حالانکہ زرداری دور میں 86 لاشوں سمیت چار روز کا دھرنا دیا گیا تھا مگر زرداری صاحب یا راجا پرویز اشرف تعزیت کے لیے نہ آئے، ماڈل ٹاؤن اور آرمی پبلک سکول کا سانحہ ہوا تب میاں صاحبان لواحقین کے ساتھ نظر نہ آئے۔وزیراعظم عمران خان نے کوئٹہ میتوں کو دفنانے کے بعد کوئٹہ جانے کا اعلان کردیا۔دھرنا پانچویں روز داخل ہوا تو حکومتی کمیٹی بالآخر دھرنے کے شرکاء سے مذاکرات کر کے دھرنا ختم کروانے میں کامیاب ہوگئی۔لاشوں کے ساتھ ہزارہ برادری کا جنوری 2013ء میں بھی دھرنا اور احتجاج ہو چکا، اس وقت آصف علی

زرداری صدر اور راجا پرویز اشرف وزیراعظم تھے۔اس وقت عمران خان اپنے وفد کے ساتھ دھرنے کے شرکاء کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے پہنچ گئے اور پیپلز پارٹی کی حکومت پر کڑی تنقید بھی کی۔ وقت بدلا،عمران خان وزیراعظم بن گئے، جو کام 2013ء میں عمران خان نے کیا وہ آج مخالف سیاسی جماعتیں کررہی ہیں۔حکمران بدل گئے مگر بدقسمتی سے قاتل اور مقتول نہیں بدلے۔ان کے دکھ،تکلیفیں اور تحفظات آج بھی وہی ہیں جو جنوری 2013ء میں تھے۔ان کے مطالبات میں بھی کوئی خاص فرق نہیں آیا اور نہ ہی ہماری طرز سیاست میں کوئی فرق دیکھنے میں آیا۔2013ء میں تقریباً 100 سے زائد افراد کو بسوں سے اتار کر شناختی کارڈ چیک کرکے صرف اس لیے جان سے ماردیا گیا تھا کہ ان کا تعلق اس اقلیت سے تھا جن کو ایک مخصوص دہشت گردوں کی اقلیت زندہ دیکھنا نہیں چاہتی۔کسی کی ہلاکت پر لاش کے ساتھ ورثاء کا احتجاج کرنا اکثر دیکھا گیا ہے مگر کوئٹہ میں 86 لاشوں کے ورثاء سمیت مختلف طبقات کے لوگوں کا شدید سردی میں کھلے آسمان تلے دھرنا ایسا تکلیف دہ منظر تھا جسے سوچ کر ہی روح کانپ جاتی ہے۔انسانی حقوق کمیشن پاکستان،اقوام متحدہ،سول سوسائٹی، مذہبی رہنماء،سیکولر جماعتیں اور کچھ صحافی حضرات نے اس واقعے پر نہ صرف پرزور مذمت کی بلکہ پاکستان کے کئی بڑے شہروں سمیت یورپ،برطانیہ اور امریکہ میں بھی احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ورثاء کا یہ اعلان تھا کہ جب تک ان کے مطالبات تسلیم نہ کیے جائیں گے وہ اپنے پیاروں کو نہیں دفنائیں گے۔جب اس دھرنے کے اثرات پاکستان سے باہر بھی محسوس کیے جانے لگے تو مجبوراً وزیراعظم راجا پرویز اشرف کو دھرنے کے چوتھے روز کوئٹہ پہنچ کر گورنرراج کا نفاذ کرنا پڑا۔کسی مہذب معاشرے میں اول تو ایسی نوبت ہی نہ آتی کہ کوئی لاشوں سمیت دھرنا دے کیونکہ کسی بھی سانحہ کے بعد سیاسی قائدین عوام کے درمیان خود ہی پہنچ جاتے ہیں۔اگر ایسی صورت حال پیش آ ہی جاتی تو معاملہ چار گھنٹوں میں ہی نبٹا لیا جاتا۔سات برس بعد کوئٹہ میں لاشوں سمیت دوبارہ دھرنا دیا گیا،سات برس بعد بھی تقریباً حالات وہی ہیں،دھرنے کے شرکاء اور لواحقین نے اپنے مطالبات بھی رکھے اور ساتھ وزیراعظم کی آمد کی شرط بھی۔ جب دھرنا پانچویں روز داخل ہوا تو حسب روایت حکومتی ارکان کی کمیٹی نے ان کے مطالبات تسلیم کرکے دھرنا ختم کروادیا۔

منجمد کردینے والی سردی کے موسم میں اپنے پیاروں کی لاشوں سمیت احتجاجی دھرنا مشکل ترین کام ہے۔افسوس کا مقام ہے،جمہوریت کے دعوی کرنے والوں کے لیے لاشوں کے ساتھ احتجاج کرنے والوں کی اہمیت زندہ لاشوں سے زیادہ کچھ نہیں۔مرنے والوں کے لواحقین کے لیے حسب معمول چند لاکھ روپے کا اعلان کردیا گیا جو اکثر اعلان کی حد تک محدود رہتا ہے۔امریکہ میں 9/11 کی دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوا تو کچھ دیر بعد جارج بش جائے وقوع پر عوام کے درمیان تھے،7/7 لندن کے دہشت گردی کے واقعات کے بعد سیاسی اور سماجی رہنماء لوگوں کے غم میں شریک ہونے ان کے درمیان موجود تھے،شہزادہ ولیم کو 2009ء میں وسطی لندن کے قریب بلیک فریئرز برج (Black Friars Bridge) رات کھلے آسمان تلے سوتے ہوئے دیکھا گیا جہاں پر کچھ بے گھر افراد سوئے تھے۔شہزادے ولیم نے بے گھر افراد کے ساتھ کھلے آسمان تلے یخ بستہ موسم میں رات بسر کرکے ان کی مشکلات کا اندازہ لگایا اور اس کے بعد بے گھر افراد کی مدد کے لیے رقم چیریٹی کو بھی دی۔اگست 2011ء میں لندن میں ہونے والے ہنگاموں اور فسادات کے موقع پر میئر آف لندن بورس جانسن برطانیہ سے باہر چھٹیاں گزارنے میں مصروف تھے مگر جیسے ہی لندن میں پیش آنے والے واقعات کا ان کو علم ہوا فوراً اپنی چھٹیاں رضا کارانہ

طور پرمنسوخ کر کے لندن واپس آ گئے اورعوام کوحوصلہ تسلی دینے اور موءثر اقدامات کرنے عوام کے درمیان نظر آئے ،نیوزی لینڈ میں دہشت گردی کا سانحہ پیش آیا تو وزیراعظم جسینڈا آرڈن لواحقین کے ساتھ یکجہتی کے لیے پہنچ گئی۔تعجب ہے عوامی لیڈر کہلوانے کا شوق رکھنے والے اپنی سیاست چمکانے کی غرض سے کچھ دیر کے لیےعوام میں نظر آ سکتے ہیں مگر کسی سانحہ پر ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ نہیں رکھ سکتے ۔کسی میں اتنی اخلاقی جرات نہیں کہ کوئٹہ میں ان لوگوں کے ساتھ اظہار یک جہتی کرنے ان کے ساتھ کھڑا ہوسکتا۔گرم ڈرائینگ روم میں بیٹھ کرتعزیتی بیان دے کروہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔حکم الہی ہے کہ مردے کودفنانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے،کوئٹہ میں احتجاجی دھرنے میں شہداء کی لاشیں بھی شامل تھیں اور ورثاء کا یہ اعلان تھا کہ جب تک ان کے مطالبات تسلیم نہ کیے جائیں گے وہ اپنے پیاروں کونہیں دفنائیں گے۔ان کو دفنانے میں جتنی دیر ہوگی اس کی ذمہ داری تو حکومت وقت پر ہی ہوگی۔ جائز مطالبات ماننے میں اتنی دیر بھی نہیں کرنی چاہیے۔ براک اوبامہ کو پاکستان سمیت دیگر اسلامی مما لک میں بے گناہ اور معصوم بچوں پر ڈھائے جانے والے امریکی اور اس کی اتحادی فوج کے مظالم پر آنکھیں چاہے کبھی نم نہ ہوئیں ہوں مگر امریکہ کے کسی سکول میں دہشت گردی کے واقعہ میں چند طالب علم کی ہلاکت پر اوبامہ کی آنکھوں سے آنسو چھلکنا شروع ہو جاتے تھے۔مگر وطن عزیز میں شاید غریب عوام کی جان کی اتنی قیمتی نہیں جس پر سر براہ مملکت کا قیمتی آنسو نکل آئے۔سچ تو یہ ہے کہ آنسومحبت اور دکھ کے درد کی انتہاء سے آنکھوں سے نکلتا ہے،یہاں عوام کے لیے اتنا درد کہاں کہ ان کے دکھ درد اور مصیبت میں انمول موتی ضائع کیے جائیں۔ویسے بھی زخم دینے والوں سے مرہم پٹی کروا بھی لی جائے تو شفاء نصیب نہیں ہوتی۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ جغرافیائی لحاظ سے بلوچستان بنگلہ دیش سے مماثلت نہیں رکھتا ورنہ بیرونی مداخلت اور اندرونی انتشار کی وجہ سے کب کا بنگلہ دیش کی طرح علیحدہ ہو چکا ہوتا۔جتنی توانائی، ذہانت اور پیسہ حکومت بنانے ،چلانے اور بچانے میں خرچ کیا جاتا ہے اگر ملک بچانے ،سنوارنے اورعوام کوکم از کم بنیادی حقوق دینے میں خرچ کیا جاتا تو لوگ شدید سردی میں کھلے آسمان تلے لاشوں کے ساتھ احتجاجی دھرنا دیتے نظر نہ آتے۔ ہزارہ برادری نے پرامن احتجاج کی ایک مثال قائم کی ہے انہوں نے نہ ہی املاک کونقصان پہنچایا اور نہ ہی جلاؤ گھیراؤ کیا۔امید ہے پرامن احتجاج سے پر اثر نتائج لینے کی روایت آئندہ بھی ہماری قوم میں نظر آئے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ ہزارہ برادری کا یہ تاریخ ساز دھرنا ان کے حقوق کی ضمانت بن پائے گا؟ کیاان کے مطالبات پورے کیے جائیں گے؟ کیاان کوتحفظ دیا جائے گا؟ یامدینہ کی ریاست ایک بار پھر ریاست کوفہ ثابت ہوگی؟

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

08-01-2021